ایم۔ اے رحمٰن

سرمایہ و مذہب

اکبر الہ آبادی نے سرمایہ و مذہب میں تقابل کرتے ہوئے کہا تھا ؎

گر جیب میں زر نہیں تو راحت بھی نہیں
بازو میں سکت نہیں تو عزت بھی نہیں
گر علم نہیں تو زور و زر ہے بے کار
مذہب جو نہیں تو آدمیت بھی نہیں

گویا اکبر کے نزدیک انسانی زندگی میں سرمائے کی نسبت مذہب کی زیادہ ضرورت ہے کہ یہ کسی سوسائٹی کے بناؤ بگاڑ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور ایک مثالی معاشرے کی تشکیل میں بہترین گائیڈ کا کام دیتا ہے۔

انسانی زندگی میں اگرچہ سرمائے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی مدد سے خالموں کو ڈرا دینے والے ہتھیار خریدے اور بنائے جاتے ہیں، اس کے وسیلے سے رزق حاصل ہوتا ہے، مکان تعمیر ہوتے ہیں، باغیچے لگائے جاتے ہیں، نہریں جاری ہوتی ہیں اور زندگی کی آسائشیں حاصل کی جاتی ہیں۔ یوں سرمایہ ایک خوبصورت چیز ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا زندگی محض مادی آسائشوں کے حصول کا نام ہے؟ کیا زندگی محض چند اقتصادی پالیسیوں کے سہارے گذر سکتی ہے؟ کیا انسانیت کی معراج معاشی خوشحالی سے حاصل ہو جاتی ہے؟ اگر کوئی انکا جواب اثبات میں دیتا ہے تو اسے یورپ میں اس اندازِ فکر کے نتائج کو نہیں بھولنا چاہیئے یورپ میں جب مذہب انسانی زندگی سے نکل کر چرچ میں مقید ہو گیا اور چند خدا ناشناس

یورپ کی اقتصادی پالیسیاں بنانے اور چلانے لگے تو وہاں کی اجتماعی زندگی افراط و تفریط کا شکار ہو کر سکون سے خالی ہو گئی اور زندگی کے اجزا کچھ اس طرح منتشر ہوئے کہ پھر سمٹ نہیں سکے۔ زندگی سے بیزاری اور فرار کا رجحان عام ہوا اور ننگِ انسانیت ہپی ازم وجود میں آیا۔

مندرجہ بالا بحث اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ زندگی اخلاقی قدروں سے بے نیاز ہو کر نہیں گزاری جاسکتی۔ زندگی کا سفر مستقل اقدار کے سہارے ہی طے ہوتا ہے اور انہی اقدارِ حیات کا نام مذہب ہے جو اس سیرت و کردار کو جنم دیتا ہے جس کی بدولت ایک طرف تو انسان ستاروں پر کمندیں ڈالتا ہے اور دوسری طرف تسخیرِ کائنات کی نفع بخشیوں کو پوری نوعِ انسانی کے لئے منشائے خداوندی کے مطابق اس طرح عام کر دیتا ہے کہ خدا کی یہ زمین جنتِ ارضی کا نمونہ بن جاتی ہے۔ نتیجۃً حبش کے بلالؓ اور روم کے صہیبؓ قریش کے سرداروں کے پہلو بہلو ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور دولت و رزق کے سرچشموں پر سے قارونوں کی اجارہ داری ختم ہو جاتی ہے۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ سرمائے نے جہاں ایک طرف مادی آسائشوں کے حصول میں مدد دی وہاں انسانیت کے لئے فتنے کا باعث بھی بنا۔ خود خالقِ کائنات نے اپنی کتاب فرقانِ حمید میں فرمایا:

"انما اموالکم و اولادکم فتنۃ"

کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہارے لئے فتنہ ہیں"

چنانچہ سرمائے کے بل پر ضمیر کی خرید و فروخت کی گئی، عدالتوں میں بارہا انصاف کا خون ہوا، سرمایہ داری کے نشے میں سرشار ہو کر انسان دھرتی کا خدا بن بیٹھا، سرمایہ داروں نے غریب عوام کا خون چوسا، سرمائے نے انسان کو انسان کا غلام بنا دیا۔ ہوسِ زر نے میر جعفر اور صادق کے سے کردار پیدا کئے۔ چاندی کے کھنکتے ہوئے سکوں کی جھنکار میں بارہا کسی دوشیزہ کی عصمت کا سودا کیا گیا، بھائی نے بھائی کا گلا کاٹا، خود غرضی، عیاری، لذت پرستی اور ہوسناکی کو فروغ دے کر جنسی آزادی کے فتنے بیدار کئے اور یوں وہ معاشرہ جہاں مذہب اور اس کی مسلمہ اقدار کو پسِ پشت ڈال کر مادیت ہی کو محورِ زندگی سمجھ لیا گیا، وہاں

جرائم کا سیلاب شرافت و دیانت اور عفت کی ہر قدر کو بہا کر لے گیا۔

جدید تہذیب کا زخم خوردہ انسان آج جبکہ بے پناہ پریشانیوں کا شکار ہے اور انسانیت آلام و مصائب سے دوچار ہے، غم حیات سے فرار کی راہیں تلاش کرتا نظر آتا ہے۔ کبھی وہ شراب کی بوتلوں میں سکون کو ڈھونڈھتا ہے اور کبھی جسمانی لذت میں روح کی تشنگی کو بجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن یہ تمام تدبیریں سمندر کے پانی کی مانند ثابت ہوتی ہیں کہ جس قدر پیو اسی قدر زیادہ پیاس بھڑک اٹھتی ہے۔ چنانچہ سرمایہ انسانیت کے دکھوں کا علاج نہیں بن سکا پریشانیوں میں گھرے ہوئے انسان کے لئے مرہم زخم جگر اور دوائے دل تسکین نہیں بن سکا روح کا اضطراب بڑھتا جا رہا ہے، دولت کی فراوانی اس کی روح پہ چھائے ہوئے کرب کو دور نہیں کر سکی، اس کی روح کو آسودگی نہیں دے سکی۔ اور روح آسودہ نہ ہو تو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی انسان اپنے آپ کو تنہا اور بے سروسامان محسوس کرتا ہے۔ سرمائے نے زندگی کو بظاہر حسین، سبک اور خوشگوار تو بنا دیا اور جسم کے خدوخال تیکھے اور دلکش نظر آنے لگے لیکن روح زخموں کی تاب نہ لا کر بلبلا اٹھی ہے، بقولِ شاعر ؎

تم جسم کے خوش رنگ لباسوں پہ ہو نازاں
میں روح کو محتاج کفن دیکھ رہا ہوں

چنانچہ روح کی تشنگی کا سامان، دل کا اطمینان مذہب میں ہے، ذکر خدا میں ہے جیسا کہ خود خداوند قدوس کا ارشاد گرامی ہے:

«الا بذکر اللہ تطمئن القلوب»

وہ معاشرتی بگاڑ جس کا سامنا آج کے انسان کو ہے وہ آج سے چودہ سو سال قبل کے انسانوں کو بھی درپیش تھا۔ پھر اس کے علاج کے لئے خداوند قدوس نے رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجا، مسلم سماج کے اس قائد نے انسان کو وہ مذہبی شعور بخشا جس نے انسان کو اپنی ذات کے خول سے نکال کر اجتماعی مفاد کا شعور عطا کیا۔ جب مذہب نے سسکتی ہوئی انسانیت سے پیار کرنا سکھایا۔ جب مذہب نے سسکتی ہوئی انسانیت سے پیار کرنا سکھایا۔ جب مذہب نے زخمی دلوں کی کراہیں سننے اور ان پر متاع دوعالم لٹا دینے کی تحریک پیدا کی اور زندگی کی اعلیٰ قدروں سے محبت کرنا سکھایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں قتل و غارتگری

کا بازار گرم تھا، وہاں امن و آشتی کے پھول کھل اٹھے۔ جہاں بغض و حسد اور کینہ و عداوت کی آگ سلگ رہی تھی وہاں الفت و محبت کے گلزار مہک اٹھے۔ جہاں سرمائے نے غریب و امیر، حاکم و محکوم اور ادنیٰ و اعلیٰ کے درمیان نفرت کی دیواریں کھڑی کی ہوئی تھیں وہاں ان دیواروں کو مسمار کر کے اللہ کے سارے بندوں کو مساوات کے پرچم تلے جمع کیا، جہاں جہالت و وحشت کا دور دورہ تھا وہاں علم و شائستگی کے چراغ جل اٹھے۔ مذہب نے انسان پر انسان کے معاشی جبر کو توڑا، انسان پر انسان کی حاکمیت کے استحقاق کو ختم کیا اور سرمایہ و زر کی بنیاد پر قائم ہونے والے تفوق کو مٹا ڈالا۔ انسان کا مرتبہ انسانیت پر فائز ہونا، انسانی احترام کو انسانی تہذیب کی اصل الاصول اور بنیاد سمجھنا، یہ شعور و آگہی صرف مذہب ہی سے حاصل ہوتا ہے ورنہ انسان پر اخلاقی قدروں سے بے نیاز ہو کر اس جنت ارضی کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے پلک جھپکتے میں ایٹم بم کے دھماکے سے جہنم کے شعلوں میں تبدیل کر دیتا ہے جس میں فریادوں، چیخوں، لٹی ہوئی عصمتوں اور انسانی لاشوں کے تعفن کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔

چنانچہ انسانی زندگی میں اگر ضمیر کی کوئی اہمیت ہے، اگر نیکی اور خیر کوئی مقام رکھتے ہیں، اگر شرافت و دیانت کوئی حیثیت رکھتے ہیں تو آج کے انسان کو مذہب کی آغوشِ شفقت میں پناہ لینا پڑے گی، اسے اپنی روح کے آرام کے لئے، اپنی سائیکی کی بقا اور اپنے شعور کی جلا کے لئے اور اپنے جسم و جان کے تحفظ کے لئے مذہب کے شجرِ سایہ دار کے نیچے آنا پڑے گا جس کی گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں زندگی کے اس تپتے ہوئے صحرا میں امن و سکون اور فرحت و تازگی بخشتی ہے ـــ مذہب کی جتنی ضرورت چھٹی صدی عیسوی کے باشندوں کو تھی، اس سے بڑھ کر کہیں آج ضرورت ہے اور ابد تک رہے گی۔ پھر جب تک پیاس موجود ہے، پانی چھلکتا رہے گا اور پیاسے اس سے اپنی تشنہ لبی کا سامان فراہم کرتے رہیں گے ؎

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تو نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی